خلافت لائبریری ربوہ

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

جمعرات | 13-اگست 1998ء

روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

CPL 61

213029

جمعرات 13 اگست 1998ء 19 ربیع الثانی 1419 ہجری 13 ظہور 1377 ہش | جلد 48-83 نمبر 176

وطن کی محبّت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

(الموضوعات الکبیر ص 35۔ ملا علی قاری۔ مطبع مجتبائی دہلی 1315ھ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اہلِ وطن کو یوم آزادی مبارک ہو

خدا کی قسم! ہمیں پاکستان سے پیار ہے

تمام احمدی پاکستان کے ممنون احسان ہیں اور ہمیشہ اس کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حب وطن سے معمور ارشادات

"پاکستان کے لئے بھی دعائیں کرو کیونکہ سب سے زیادہ محبت ہمیں پاکستان سے صرف اس لئے نہیں کہ وہ ہمارا یعنی پاکستان سے آنے والوں کا وطن ہے بلکہ .... ساری دنیا میں یہ ایک ہی ملک ہے جو کلمے کے نام پر وجود میں آیا تھا...... پس چونکہ آغاز کے طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خدا کے نام پر یہ ملک جیتا گیا تھا اس لئے ہماری محبت بہرحال قائم رہے گی........ پس اے پاکستان کے عظیم وطن! خدا کی قسم ہمیں تجھ سے پیار ہے...... اور وہ سارے احمدی بھی جن تک تیری سرزمین میں پیدا ہونے والوں نے پیغام حق پہنچایا تھا وہ بھی تیرے ممنون ہیں اور ہمیشہ ممنون احسان رہیں گے اس لئے وہ بھی تیرے لئے دعا کرتے رہیں گے" (اختتامی خطاب جلسہ سالانہ انگلستان 27۔جولائی 86ء)

"ہر محبِّ وطن احمدی کا فرض ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی ملک میں فساد نہ ہونے دے، محبِّ وطن سے میری مراد نہ صرف پاکستان بلکہ تمام دنیا کے احمدی ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر احمدی اپنے اپنے وطن کا محب ہے اور یہ ہماری تعلیم ہے اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ آج دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ سچائی اور وفا کے ساتھ اگر کوئی اپنے وطن سے محبت کرتا ہے اور وطن کی محبت جس کا جزو ایمان بن گئی ہے تو وہ جماعت احمدیہ کے افراد ہیں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ یکم اگست 83ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی - ربوہ
قیمت 2 روپے 50 پیسے
13 ظہور 1377 ہش 13 اگست 1998ء

وطن کی محبت

حدیث نبوی ہے کہ وطن کی محبت ایمان کا جزو ہے۔ بفضلہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اپنے وطن کی محبت میں سرشار ہے۔ احمدی دنیا کے کسی ملک کا باشندہ ہو وہ اپنے وطن کی محبت میں ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اور ہر ملک کی تاریخ شاہد ہے کہ اس کے بسنے والے احمدی ہمیشہ اپنے وطن کی محبت کے لئے جاں گداز قربانیاں پیش کرتے رہے ہیں۔

خلفائے احمدیت نے بڑے تسلسل کے ساتھ جماعت احمدیہ کے احباب و خواتین کو اس دینی فریضے کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ملک کے حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں۔ جماعت احمدیہ پر کیسا بھی کڑا وقت نہ آجائے۔ وطن کی محبت سے کبھی انحراف نہیں کرنا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی وطن عزیز پاکستان سے محبت ظاہر کرنے کا موقع آیا جماعت احمدیہ کے احباب نے سب سے آگے ہو کر اپنے وطن کے لئے قربانی پیش کی۔

پاکستان کی مسلح افواج کی تاریخ احمدی جواں مردوں کے کارناموں سے روشن ہے۔ بری افواج ہوں یا فضائیہ جہاں بھی احمدی فوجیوں کو وطن کے دفاع کا فریضہ سپرد ہوا انہوں نے اپنے خون سے حب وطن کی تاریخ رقم کی۔

وطن کی محبت کا ایک عظیم مظاہرہ نوبل انعام یافتہ سائنسدان محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام نے کیا۔ ان کو کئی ملکوں کی طرف سے بار بار یہ پیشکش ہوئی کہ وہ ان ممالک کی شہریت قبول کریں۔ لیکن ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے ہمیشہ یہ پیشکش ٹھکرا دی اور کہا کہ میں نوبل انعام کا اعزاز پاکستان کی جھولی میں ڈالنا پسند کروں گا۔ انہوں نے نوبل انعام وصول کرتے ہوئے خالص پاکستانی لباس زیب تن کیا تاکہ پاکستان کا نام دنیا میں روشن ہو۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ہمیشہ پاکستان کے تعلیمی اداروں کی بھرپور مدد کی اور اپنے انعام کی تمام رقم پاکستان کے تعلیمی اداروں میں تعلیم کی ترقی پر صرف کر دی۔

یوم آزادی '14- اگست' اسی عہد کی تجدید کا دن ہے کہ اپنے ملک کی حفاظت اور اس کی ترقی و استحکام کے لئے ہر احمدی اپنی ذمہ داریاں ادا کرے گا۔ اور جو تیر بھی ہمارے ملک کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں اسے اپنے اوپر لینے کے لئے سب سے آگے اور سب سے نمایاں ہوں گی۔

خداوند تعالیٰ ہمارے وطن کو ہر آفت اور مصیبت سے بچائے رکھے۔ احمدیوں کی دعائیں ہمیشہ اپنے وطن کے لئے وقف رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

پاکستان کے عظیم شہری

"پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ' اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر اور عالمی عدالت انصاف کے جج کی حیثیت سے جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ ہے انہوں نے اپنی دانش و فراست کے بل پر عظیم کارنامے انجام دیئے اور انہی کی بدولت انہیں بار بار ملکی اور عالمی سطح پر بلند ترین مناصب ملتے رہے۔

انہوں نے اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے موقف کی ترجمانی کے سلسلے میں غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا بھارت نے کشمیر کا مسئلہ اچانک اقوام متحدہ میں پیش کر دیا تو مسٹر ظفر اللہ کو پاکستان کا کیس تیار کرنے کے لئے صرف دو دن کی مہلت ملی اور پھر اس مسئلے پر ان کی سات گھنٹے کی تقریر کو تو یادگار حیثیت حاصل ہے امر واقعہ یہ ہے کہ وہ بیک وقت ایک عظیم مدبر' مقرر اور قانون دان تھے ان کا حافظہ بلا کا تھا اور استدلال مثالی نوعیت کا ہوتا تھا' عقائد کے اختلاف سے قطع نظر وہ بلاشبہ پاکستان کے عظیم شہری تھے اور تاریخ کے ایوانوں میں انہیں بلند مقام حاصل رہے گا۔"

(روزنامہ مشرق لاہور 3 ستمبر 85ء)

چودہ اگست

جذبۂ شوق کے اظہار کا دن ہے اے دوست
دین کی قوّتِ بیدار کا دن ہے اے دوست
ملک و ملت کے پنپنے کی جو تدبیریں ہیں
ان تدابیر کے شہکار کا دن ہے اے دوست

ہر بُری بات پہ اک وار کا دن ہے اے دوست
آج آزادیٔ افکار کا دن ہے اے دوست

کٹتے کٹتے مرے پاؤں کی بھی زنجیر کٹی
چھُٹتے چھُٹتے ستم و جور کی بدلی بھی چھٹی
سحرِ افرنگ و ہنود اور بھی گھائل کرتا
مردِ مومن کی مگر خوبیٔ تقدیر ڈٹی

اس کے احسان کے اقرار کا دن ہے اے دوست
آج آزادیٔ افکار کا دن ہے اے دوست

اب بھی بدلے نہ اگر بات تو کیا بات ہوئی
دن چڑھے پر بھی رہے رات تو کیا بات ہوئی

ہمت و حوصلۂ وار کا دن ہے اے دوست
آج آزادیٔ افکار کا دن ہے اے دوست

مَیلی آنکھوں سے کوئی دیکھ کے دیکھے تو ذرا
اپنی ہر سانس نہ بن جائے گی پیغامِ وغا
خون کے کھیل سے کیا ہم کبھی گھبرائے ہیں
حملہ آور بھی کبھی ہم سے بھلا بچ کے گیا

عہد و پیمان کی گفتار کا دن ہے اے دوست
آج آزادیٔ افکار کا دن ہے اے دوست

نسیم سیفی

اعلان تعطیل

○ مورخہ 14- اگست 1998ء بروز جمعہ یوم آزادی کے موقع پر دفتر الفضل بند رہے گا۔ لہذا اس تاریخ کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ (مینیجر)

خلافت لائبریری ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طاہر احمد منصور

جماعت احمدیہ ایک محبِ وطن جماعت ہے

خدمتِ وطن کی روشن جھلکیاں

طلوع صبح آزادی

یہ 14۔ اگست 1947ء کی صبح تھی اور آفتاب اپنی شاندار آب و تاب کے ساتھ اس بات کا اعلان کر رہا تھا کہ دنیا کے نقشہ پر ایک آزاد وطن "پاکستان" ابھرا۔ یہ صبح کئی نسلوں کی مستقل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد آئی تھی یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ قربانیوں اور مخلصانہ کوششوں کی طویل داستان تھی۔

اس آزادی کو پچاس برس یعنی نصف صدی کا عرصہ گزر چکا ہے اور قوم اپنی گولڈن جوبلی منا چکی ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے اور آج تک جماعت احمدیہ ایک امتیازی شان کے ساتھ وطن کی خدمت میں صف اول میں رہی ہے۔ اپنے مخلصانہ مشوروں، محنتوں، قربانیوں کے ساتھ پاکستان کے امن، استحکام، سلامتی تعمیر و ترقی کے لئے جماعت نے ہمیشہ اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں اور آج بھی ہم میں سے ہر ایک خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر ہمیشہ کی طرح یہ عہد دہراتا ہے۔

"کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہردم تیار رہوں گا"

آج جماعت احمدیہ کی خدمت وطن کے تذکرہ کے بغیر ہماری تاریخ نامکمل رہے گی۔ افسوس کہ آجکل سکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طالب علموں کے نصاب میں تاریخ کے ان اہم اوراق کو شامل نہیں کیا جاتا۔ مگر کیا ایسا کرنے سے تاریخ بدل جائے گی؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعت احمدیہ کی خدمت وطن کو بلا تعصب آئندہ اور موجودہ نسلوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"حب الوطن من الایمان" (الموضوعات الکبیر ص35 از ملا علی قاری 1315ھ مطبع مجتبائی دہلی) یعنی وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی 14 جون 1948ء کو قیام پاکستان کے بعد اس کے استحکام کے لئے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اگر پاکستان کی طرف کسی نے بد نظر اٹھائی تو ہمارا ہر مرد، ہر عورت، ہر بچہ اور ہر بوڑھا اپنے آپ کو قربان کر دے گا مگر وہ اپنی آزادی کھونے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو گا۔"

تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ نے قدم قدم پر حیرت انگیز خدمات انجام دیں اور تمام جماعت نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر اسے کامیاب کرانے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

قائداعظم کی واپسی

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کانگریس کے علماء اور ہندوؤں کے رویہ سے سخت مایوس ہو گئے تھے اور انہوں نے 1933ء میں ہندوستان کو خیرباد کہہ کر انگلستان میں رہائش اختیار کر لی خود آپ فرماتے ہیں۔

"مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا.... نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لندن میں ہی بود و باش کا فیصلہ کر لیا۔

(قائد اعظم اور ان کا عہد صفحہ 191، 192 مولفہ مولانا رئیس احمد جعفری)

قائد اعظم کے اس فیصلہ کے بعد ہندو بہت خوش تھے لیکن اس صورت حال کو صرف حضرت مصلح موعود نے اپنی خداداد فراست سے اور تحریک پاکستان کی بھرپور اور مخلصانہ حمایت کی وجہ سے سمجھا اور آپ کا دل تڑپ اٹھا کہ مسلمانان ہند قیادت سے محروم ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مولانا عبد الرحیم درد صاحب مربی انگلستان کو ہدایت فرمائی کہ وہ قائد اعظم کو واپس آنے اور مسلمانان ہند کی سیاسی قیادت سنبھالنے کی تحریک کریں۔ چنانچہ مولانا درد نے 1933ء میں قائد اعظم کے دفتر میں جو کنگز بنچ واک لندن Kings Bench walk London میں واقع تھا۔ آپ سے ملاقاتیں کیں اور قائد اعظم کو واپس آنے پر آمادہ کیا۔ قائد اعظم نے اپریل 1933ء کو بیت الفضل لندن میں آ کر "ہندوستان کے مستقبل" کے موضوع پر لیکچر دیا اور اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ:۔

The Eloquent Persuasion of the Imam left me no escape

"امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی"

یہ تقریر برطانوی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور ہندوستانی پریس نے بھی اسے شائع کیا۔ دی ایوننگ سٹینڈرڈ (لندن) ہندو مدرس، دی سٹیٹسمین (کلکتہ) مدراس میل (مدراس) پائیونیر (الہ آباد) ویسٹ افریقہ (افریقہ) اور سنڈے ٹائمز (لندن) جیسے اخبارات نے اس خبر کو شائع کیا۔

اس تقریر کے بعد قائد اعظم انگلستان سے واپس ہندوستان تشریف لائے اور مسلمانوں کی قیادت سنبھالی اور پھر چند سال کی جدوجہد کے بعد پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ تحریک پاکستان کے لیڈر، صحافی محمد شفیع (م۔ش) تحریر کرتے ہیں۔

یہ مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبد الرحیم درد امام لندن ہی تھے جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح پر زور دیا کہ وطن واپس آ کر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے بعد مسٹر جناح 1934ء میں ہندوستان واپس آئے اور مرکزی اسمبلی میں بلامقابلہ منتخب ہوئے۔

(پاکستان ٹائمز 11 ستمبر 1981ء صفحہ 2 کالم اسپلیمنٹ)

"انسائیکلوپیڈیا قائد اعظم" جو نامور محقق زاہد حسین انجم صاحب کی مشہور تصنیف ہے اس میں بھی قائد اعظم کی درد صاحب سے ملاقاتوں اور بیت الفضل لندن کی تقریب کا ذکر موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر 309

قرارداد پاکستان

اس اہم واقعہ کے حوالے سے جماعت کی ایک عظیم خدمت کا ذکر پاکستان کے مشہور سیاستدان جناب عبد الولی خان اپنی کتاب "حقائق حقائق ہیں" روزنامہ جنگ 20 فروری 1982ء میں گہری تحقیق کے بعد انکشاف کرتے ہیں کہ وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے کہا کہ وہ تقسیم ہند کا ایک قابل عمل فارمولا تیار کریں۔ آپ نے فروری 1940ء کے دوسرے پندرھواڑے میں 32 صفحات پر مشتمل یہ نوٹ سپرد قلم فرمایا اور وائسرائے ہند کو دے دیا نیز یہ نوٹ قائد اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں بھجوا دیا گیا اور یہی نوٹ قرارداد پاکستان کی بنیاد بنا۔

46، 1945ء میں جماعت نے مسلم لیگ کی بھرپور اور پرجوش حمایت کی اور اس کے لئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے 22۔ اکتوبر 1945ء کو ایک مفصل مضمون شائع کیا اور اعلان کر دیا کہ "آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہئے۔"

(الفضل 22۔ اکتوبر 1945ء ص1)

ایک مسلم لیگی لیڈر سردار شوکت حیات اپنی تصنیف

The Nation that lost its Soul

کے صفحہ 147 پر لکھتے ہیں:۔

"ایک روز قائد اعظم کی طرف سے مجھے پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا "شوکت مجھے معلوم ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ بٹالہ قادیان سے پانچ میل دور ہے مہربانی کر کے وہاں جاؤ اور قادیان کے حضرت صاحب سے درخواست کرو کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور عملاً مدد بھی کریں"... آدھی رات کے وقت میں قادیان پہنچا مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تو سو چکے ہیں۔ میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں آپ کے لئے قائد اعظم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ جونہی یہ پیغام بھجوایا گیا وہ فوری طور پر اٹھ گئے اور پوچھا کہ "قائد نے میرے لئے کیا احکامات دیئے ہیں....؟ پیغام سن کر حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ قائد اعظم کو ہماری طرف سے بتا دیں کہ ہم پاکستان کے لئے دعائیں کر رہے ہیں اور جہاں تک میرے پیروکاروں کا تعلق ہے کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کی مخالفت یا اس کا مقابلہ نہیں کرے گا......"

قیام پاکستان کے کچھ ماہ قبل تک صوبہ پنجاب میں یونینسٹ حکومت قائم تھی اور سر خضر حیات خان وزیر اعلیٰ تھے اور جب تک وہاں مسلم لیگ کی حکومت نہ قائم ہوتی پنجاب کا پاکستان میں شامل ہونا ناممکن تھا۔ پنجاب کے مسلم لیگی اکابر کے تمام مذاکرات ناکام ہو چکے تھے اس نازک صورتحال میں سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب خود لاہور تشریف لے گئے اور ملک خضر حیات کو مستعفی ہونے کا مشورہ دیا اور راضی کیا تاکہ مسلم لیگ کا راستہ صاف ہو سکے چنانچہ آپ کی تحریک پر 2 مارچ 1947ء کو خضر حیات وزارت سے مستعفی ہو گئے اور اخبار ٹریبیون اور ملاپ نے بھی اپنی اشاعت میں اس کی تصدیق کی ہے۔

خواتین کی خدمات

اسی طرح احمدی خواتین بھی تحریک پاکستان میں پیش پیش رہیں اور مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ ایک احمدی خاتون بیگم شفیع جو ساری زندگی پاک اور دلیرانہ صحافت کرتی رہیں مسلم لیگ پنجاب شعبہ خواتین کی نائب صدر اور مغربی پاکستان مسلم لیگ کونسل کی ممبر بھی رہیں۔

اسی طرح قیام پاکستان کے معاً بعد استحکام پاکستان کے لئے حضرت مصلح موعود کی مسلسل راہنمائی قوم کو حاصل رہی آپ نے لیکچرز کا ایک سلسلہ شروع کیا جو آپ کی علمی و سیاسی ذہانت و فراست کا شاہکار ہیں پھر آپ نے ملک کے بڑے دانشوروں، مدبروں، اور سیاسی عقل و سمجھ رکھنے والوں کو براہ راست لیکچرز کے لئے آگاہی فرماتے رہے۔ پھر آپ نے ملک کے مرکزی شہروں میں جا کر پاکستان کے ہزاروں باشندوں کو براہ راست بصیرت افروز خیالات اور تعمیری افکار سے روشناس کروایا۔ آپ کے اہم مشوروں میں اسلامی ممالک سے اتحاد، ملکی فوج میں اضافہ، جرنیل مقرر کرنے کی تلقین، ملکی پریس کو سچ چھاپنے کی نصیحت، کارخانے جاری کروانے کا مطالبہ، انتظامیہ اور عدلیہ کو علیحدہ کرنے کا مشورہ، سرحدی دفاع کو مضبوط کرنے کے مشورے نہایت اہم تھے۔ اور ان تمام مشوروں جن پر عمل کیا گیا ان سے آج تک ملکی تعمیر و ترقی پر نمایاں اثرات ہیں۔

کشمیر میں خدمات

کشمیر کے محاذوں پر بھی جماعت احمدیہ نے شاندار خدمات پیش کی ہیں جن میں فرقان بٹالین سب سے اہم ہے۔ یہ رضاکار بٹالین جون 1948ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قائم فرمائی جو جون 1950ء تک قائم رہی اس میں مجموعی طور پر تین ہزار نوجوان مجاہدین شامل ہوئے جن میں طلبہ، کسان، فوجی، افسران، اساتذہ، ڈاکٹر، زمیندار، دوکاندار، کلرک غرض ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اس بٹالین کے نو مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ وطن پاکستان کے حصول،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سالمیت دفاع اور سلامتی کے لئے ہر سطح پر احمدی نوجوانوں نے قربانیاں دیں اور ہر میدان میں جماعت احمدیہ کے نوجوان دیوانہ وار خدمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے جوانوں نے 1965ء اور 1971ء کے محاذ جنگ میں ایسے اہم اور تاریخی کارنامے سرانجام دیئے ہیں جن کو آنے والی تاریخ سنہرے حروف میں ضبط تحریر میں لائے بغیر مکمل نہ ہوگی۔

65ء کی جنگ

1965ء کی جنگ میں نمایاں نام لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کا ملتا ہے۔ جنرل اختر حسین ملک کا سب سے بڑا کارنامہ چھمب اور جوڑیاں (کشمیر) کی فتح تھا۔ انہیں 1965ء کی جنگ میں جرأت و استقلال کا عظیم کارنامہ انجام دینے پر ہلال جرأت دیا گیا۔ چھمب کے محاذ پر جنرل اختر حسین ملک نے ہندوستانی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کم تعداد کے باوجود آگے بڑھ کر اس جرأت سے حملہ کیا کہ دشمن کے تمام مورچے تباہ ہوگئے۔ وہ گھمسان کی لڑائی کے دوران اگلے مورچوں میں جاکر اپنی فوج کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ آپ نے اپریشن جبرالٹر کا منصوبہ تیار کیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ بے شمار شخصیات۔ اخبارات و رسائل نے جنرل اختر حسین ملک کی شجاعت اور جرأت کے گیت گائے ہیں اور داد بھی دی ہے۔ اس وقت کے بری فوج کے سربراہ جنرل محمد موسیٰ نے آپ کو ہلال جرأت دینے کی تقریب میں کہا۔ "مجھے آپ جیسے مجاہدوں کے درمیان موجود ہونے پر فخر محسوس ہوتا ہے۔"

(ڈائری آف دی وار اردو ایڈیشن ص 284)

چونڈہ

1965ء کی جنگ کے دوسرے بڑے محاذ پر یعنی چونڈہ بریگیڈئر (بعد ازاں لیفٹیننٹ جنرل) عبدالعلی ملک نے ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ جیتی۔ جنگ عظیم دوم کے بعد یہ ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ تھی۔ وطن کے اس مایہ ناز سپوت نے چونڈہ میں دشمن پر اس جرأت اور مردانہ وار بہادری سے حملے کئے کہ بھارتی ٹینکوں کی ڈویژن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور پاکستانی افواج سے تعداد میں کئی گنا ہونے کے باوجود بھارتی افواج چونڈہ میں ایک قدم نہ آگے بڑھ سکیں۔ آج تک بڑے بڑے فوجی جرنیل عبدالعلی ملک کی اس کامیابی پر حیران ہیں۔ جرأت و بہادری اور شجاعت کے اعتراف میں اس احمدی بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو بہادری کا دوسرا اعلیٰ ترین اعزاز "ہلال جرات" دیا گیا۔ روزنامہ امروز دیگر اخبارات و رسائل کی طرح اپنی 23۔اگست 1969 کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"میجر جنرل عبدالعلی نے چونڈہ کے محاذ پر ٹینکوں کی عظیم جنگ میں پاکستانی فوج کی کمان کی اور ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ تاریخ حرب کے ماہرین حیران و ششدر رہ گئے۔"

رن کچھ

فاتح رن کچھ میجر جنرل افتخار جنجوعہ ہلال جرأت پاکستانی افواج کے ان افسروں اور جانبازوں میں سے تھے جن کا نام تاریخ پاکستان میں امر ہو چکا ہے آپ نے 1965ء کی جنگ میں رن کچھ کے محاذ پر وطن کا بے جگری کے ساتھ دفاع کرتے ہوئے بھارتی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس بریگیڈ کی کمان آپ کے ہاتھ میں تھی جس نے اس محاذ پر سب سے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ صدر پاکستان نے اس شجاعت و جرأت کے اعتراف میں انہیں نشان حیدر کے بعد دوسرے بڑے اعزاز ہلال جرأت کا مستحق قرار دیا اور آپ ہیرو آف رن کچھ کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسری بار 1971ء میں آپ کو ہلال جرأت دیا گیا جب آپ نے چھمب کو فتح کیا اور چھمب کا نام افتخار آباد رکھ دیا گیا۔ ان کے علاوہ کئی احمدی جوانوں نے اعلیٰ مثالیں اور قربانیاں پیش کیں۔

ونگ کمانڈر (ریٹائرڈ) سید محمد احمد 1965ء کی جنگ کے دوران بھارتی طیاروں کا بھاری نقصان کیا۔

بریگیڈیئر وقیع الزمان 1965ء میں آپ نے مری کے وار پلاننگ سیل میں خدمات انجام دیں۔ اور پھر کشمیر میں آپ نے تاریخ ساز کارروائیاں کیں۔

میجر قاضی بشیر احمد 1965ء کی جنگ میں جوڑیاں کے محاذ پر داد شجاعت دی اور جام شہادت نوش فرمایا۔

خلیفہ منیرالدین (سکواڈرن لیڈر) 1971ء کی جنگ میں امرتسر میں نصب راڈار کو نشانہ بناتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کو ستارہ جرات دیا گیا۔

لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد 1971ء کی جنگ میں 13 آزاد کشمیر بٹالین کی کمانڈ کر رہے تھے اپنے ملک کا دفاع کرتے ہوئے سخت زخمی ہوئے۔

ائرمارشل ظفر چوہدری آپ نے قیام پاکستان سے لے کر 1974ء تک ائرفورس میں ایک شاندار کیریئر گزارا اور آخر کار ایئر فورس چیف کے قابل فخر عہدے پر فائز ہوئے اور اسی پوزیشن پر 1974ء میں ریٹائر ہوئے۔

عالمی خدمات

وطن کی خدمت کرنے والے ان مسلح افواج سے تعلق رکھنے والے احمدیوں کے عظیم کارناموں کے بعد اب ایسی ہستیوں کا ذکر لازمی ہے جنہوں نے اپنے وطن کا نام دنیا کے افق پر ایک درخشندہ ستارہ کی طرح جگمگایا اور بین الاقوامی شہرت پائی۔

ان میں سرفہرست حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب ہیں جو احمدیت کے بطل جلیل اور قائد اعظم کے معتمد ترین ساتھی تھے۔ آپ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ، جنرل اسمبلی کے صدر، عالمی عدالت انصاف کے صدر رہے۔ آپ 40 برس تک عالمی سیاسیات میں نمایاں رہے۔ دنیا کے بڑے بڑے سیاستدان، معاشیات دان، ملکوں کے سربراہان آپ کی سربراہی میں فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ قائد اعظم کے دیرینہ ساتھی تھے اور مسلم لیگ کے 1931ء میں صدر بھی رہے۔ وائسرائے ہند کی کونسل میں آپ کا دوبار تقرر ہوا۔ دسمبر 1947ء کو آپ نے قائد اعظم کی ہدایات پر وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھالا۔

1948ء سے 1954ء تک حضرت چوہدری صاحب خود اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ کے طور پر پیش ہوتے رہے۔ اس دوران آپ نے عالم اسلام کے لئے انتہائی اہم اور گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس میں شمالی افریقہ کے مسلم ممالک، لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش کی آزادی، اس کے علاوہ صومالیہ، سوڈان کے ممالک کے مسائل اور مصر سے نہر سویز پر قبضے کے دوران برطانوی فوج کی واپسی کے مسئلے پر عالم عرب اور عالم اسلام کی زبردست حمایت کی کہ آپ کو عرب ممالک کا ترجمان کہا جانے لگا۔ آپ عالمی عدالت انصاف کے نائب صدر اور پھر سربراہ منتخب ہوئے۔ آپ اس عدالت کے پہلے ایشیائی صدر تھے۔ آپ ان تمام ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ دینی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے آپ کی تصنیف کردہ 32 کے قریب کتب موجود ہیں اور کئی تراجم بھی ہیں۔

حضرت چوہدری صاحب کے نام کے ساتھ ہی کسی ایسی شخصیت کا سوچا جائے کہ جس نے دنیا میں اپنے ملک کا نام روشن کیا تو دنیائے اسلام کے واحد نوبل انعام یافتہ سائنسدان۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب

آپ کا نام ذہنوں پر جو نقش ہے ابھر آتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام، دنیائے سائنس کے آسمان کا درخشندہ ستارہ جس نے اپنے علم اور تحقیق سے دنیائے فزکس میں انقلاب کی بنیاد رکھی۔ جس نے مغرب میں ایسے ادارے قائم کئے جس سے تیسری دنیا کے سائنسدانوں کو تربیت دی گئی۔ 1979ء میں آپ نے نوبل پرائز حاصل کیا۔ آپ نے پاکستان میں سائنس کو ترقی اور فروغ کے لئے ایک ادارے کے قیام کی تجویز دی مگر ارباب اختیار نے محض آپ کے سچے احمدی ہونے کی وجہ سے اس کو عملی جامہ نہ پہننے دیا۔ اگر آج یہ سینٹر پاکستان میں قائم ہوتا تو بلاشبہ پاکستان بھی فزکس کے میدان میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا۔ آپ پہلے اور واحد پاکستانی ہیں جن کو نوبل انعام دیا گیا ہے۔ آپ کی وطن سے محبت کا یہ حال تھا کہ جس وقت آپ کو نوبل انعام دیا جانا تھا تب کئی ممالک نے آپ کو اپنے ملک کی شہریت کی پیشکش کی مگر آپ نے اپنے ملک کا نام روشن کیا اور بحیثیت پاکستانی یہ انعام لیا۔ جب آپ انعام لینے گئے تب آپ نے مخصوص پاکستانی لباس یعنی شیروانی، پگڑی اور کھسے پہنے ہوئے تھے۔ آپ کی وطن کی محبت اس جملہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ "میری زندگی میں دو دکھ ہیں ایک تو یہ کہ پاکستان میں سائنسدانوں کی اتنی توقیر نہیں کی جاتی۔ جتنی ہونی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ عالم اسلام میں سائنس کی قدر نہیں۔"

اقتصادی خدمات

ماہر اقتصادیات، صدر مملکت کے اقتصادی مشیر اور عالمی بینک کے ڈائریکٹر جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد جو کہ ایم ایم احمد کے نام سے مشہور ہیں کے ذکر کے بغیر مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔ ایوب خان کے عہد میں آپ وزارت خزانہ میں سیکرٹری مقرر ہوئے۔ آپ نے معاشیات و مالیات کے امور میں اتنی دسترس حاصل کی کہ صدر پاکستان محمد ایوب خان نے آپ کو منصوبہ بندی کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین مقرر کیا۔ اس کے بعد یحیٰ خان کے دور میں آپ کو صدر مملکت کا اقتصادی مشیر مقرر کیا گیا جس کا عہدہ وفاقی وزیر کے برابر تھا۔ آپ نے اپنی حکمت عملی سے ملکی معیشت کو اس وقت سنبھالا جب 1971ء میں مشرقی پاکستان الگ ہوا تھا اور بھارت نے باقاعدہ منصوبہ کے تحت ہماری ملکی معیشت کو تباہ کرنا چاہا۔ ایسے میں ایم ایم احمد صاحب کی فراست و لیاقت ہی تھی کہ آپ نے ملک کو اس بحران سے نکالا۔ آپ نے تمام پانچسو اور ایک سو روپے کے بڑے نوٹ منسوخ کر دیئے۔ اس اقدام کو معاشی ماہرین اور قومی اخبارات نے بہت سراہا۔ ان حالات میں ملک میں عدم استحکام تھا۔ ان حالات میں جناب ایم ایم احمد نے اس قدر متوازن بجٹ پیش کیا جس کو ملکی ماہرین معاشیات نے بہت سراہا۔ ملک کے نامور صحافی' م۔ش نے روزنامہ نوائے وقت 29 جون 1971ء کو اپنی ڈائری میں لکھا:۔

"جناب ایم ایم احمد نے ایک غیرت مند محب الوطن پاکستانی کی حیثیت سے اس چیلنج کو بھی قبول کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے..... ایم ایم احمد کا یہ اعلان پاکستان کے دشمنوں کے ناپاک منصوبوں پر بم بن کر گرے گا۔"

پاکستان کے سابق اقتصادی مشیر ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے کہا۔

"یہ بجٹ زبردست تعمیری غور و فکر کا نتیجہ ہے..... مسٹر ایم ایم احمد نے عمدہ کام کیا ہے۔ (روزنامہ ڈان 28 جون 1971ء) مسٹر بھٹو صاحب کو بھی جب روپے کی قیمت کم کرنے کے نتیجے میں مشکلات پیش آئیں تو آپ نے جناب ایم ایم احمد صاحب کو مشورہ کے لئے بلایا۔ جناب ایم ایم احمد صاحب نے مشورہ دیا کہ پاکستانی کرنسی کو ڈالر کے ساتھ منسلک کر دیا جائے اس سے پاکستان کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ عالمی بینک میں نائب صدر کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔

لسانی خدمات

پاکستان کا ایک اور نامور ستارہ حضرت شیخ محمد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمد صاحب مظہر ہیں۔ حضرت شیخ صاحب ممتاز قانون دان' دیانت و صداقت شعار' نہایت سادہ عجز و انکسار اور محبت و رأفت کا پیکر تھے۔

آپ ایک عظیم ماہر لسانیات' محقق' تبحر عالم' جس نے لسانیات کی دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا تھے آپ کے تحقیقی کام کو نہ صرف پاکستان میں ایک انفرادی مقام حاصل تھا بلکہ آپ کو دنیا بھر میں عزت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اس طرح پاکستان کا نام دنیا بھر میں روشن ہوا۔ ریسرچ کا یہ میدان فلالوجی' یعنی علم الالسنہ یالسانیات ہے۔ آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود کی تحریر کو جس میں حضرت اقدس نے عربی زبان کو تمام زبانوں کی ماں قرار دیا ہے۔ اس نظریہ کو پچاس سال کی تحقیق کے بعد ثابت کیا۔ آپ کی کتاب

Arabic the source of all languages

بہت مشہور ہوئی اور اخبارات کی توجہ کا مرکز بھی بنی۔

ادبی خدمات

شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی اردو ادب میں تمغہ حسن کارکردگی پانے والے پہلے احمدی تھے۔

آپ اردو زبان کے نامور محقق اور کثیر کتب کے مصنف و مترجم تھے۔ آپ نے مختلف ادبی و تاریخی کتابیں لکھیں' کوئی 60 کے قریب کتب لکھیں۔

قلندر مومند جن کا اصل نام صاحبزادہ حبیب الرحمان ہے ایک مخلص احمدی جنہیں ان کی خدمات کے صلہ میں 1991ء میں صدر پاکستان نے ستارہ پاکستان عطا فرمایا۔ آپ کو 1979ء میں تمغہ حسن کارکردگی پرائڈ آف پرفارمنس سے نوازا گیا۔ آپ ماہر تعلیم' ماہر قانون اور پشتو زبان کے نامور شاعر ادیب اور صحافی ہیں۔ آپ کے افسانوں کا مجموعہ گجرے کے نام سے شائع ہوا۔ آپ پشتو ڈکشنری پراجیکٹ کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ آپ روزنامہ شہباز کے ایڈیٹر بھی رہے۔ پشتو لغات کی تیاری میں ملک و قوم آپ کی خدمات کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

محترم جناب کنور ادریس صاحب۔ سندھ کی نگران کابینہ میں خزانہ' ریونیو' ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن اور منصوبہ بندی کے وزیر مقرر کئے گئے۔ آپ نے بیوروکریسی میں طویل عرصہ تک سرکاری ایڈمنسٹریشن چلائی اور 22 گریڈ کے افسر رہے۔ آپ 1971ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھے اور آپ نے اس وقت لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو خوش اسلوبی سے نبھایا۔ آپ کمشنر کراچی' سندھ کے سیکرٹری اطلاعات و لوکل گورنمنٹ فیڈرل گورنمنٹ میں ایڈیشنل سیکرٹری'، وزارت پٹرولیم اور وزارت پیداوار میں سیکرٹری اور پھر سندھ کے چیف سیکرٹری جیسے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور ملک و قوم کی مکمل ایمانداری اور خلوص کے ساتھ خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ ایک محب وطن احمدی ہیں۔

جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ اس بات کی گواہ رہی ہے کہ جب بھی اس وطن عزیز کو قربانی کی ضرورت پڑی ہمیشہ احمدی ہر میدان میں صف اول کے مجاہد رہے اور حب الوطنی کی داستانیں رقم کیں۔ یہ یاد رہے کہ 1947ء سے 1971ء تک جنرل کے اعلیٰ ترین رینک کے عہدے پر صرف دو افراد نے جان کا نذرانہ پیش کیا یا زخمی ہوئے اور یہ دونوں افراد احمدی تھے۔ چند مزید احمدی سپوتوں کا ذکر کرتے ہیں جو نام ذہنوں میں ابھرتے ہیں ان میں جنرل ڈاکٹر محمود الحسن صاحب' ہلال امتیاز' ستارہ امتیاز' تمغہ امتیاز' (ملٹری) ہیں آپ کا تعلق پاک فوج کے شعبہ سرجری سے ہے اور آپ نے وطن کے دفاع کے سلسلہ میں زخمی ہونے والے فوجیوں کی مرہم پٹی اور اپریشن میں اپنی فنی مہارت کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ آپ صدر پاکستان کے مشیر سرجری بھی رہے ہیں اور آخر پر ڈائریکٹر سرجری پاکستان آرمی کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

خان بہادر ڈاکٹر قاضی محمد بشیر احمد صاحب ستارہ امتیاز کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ان ڈاکٹروں میں ہوتا ہے جنہیں اپنے شعبہ میں کمال و مہارت حاصل ہے۔ 1932ء میں آپ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں ENT کے شعبہ سے منسلک ہوئے اور آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے حکومت نے 1936ء میں آپ کو "خان بہادر" کا خطاب عطا کیا پاکستان بنتے وقت قاضی صاحب ان چند ڈاکٹروں میں سے تھے جو کنگ ایڈورڈ کالج میں پروفیسر کے عہدہ پر تھے۔ 1951ء میں آپ کو اعزازی کرنل کا عہدہ دیا گیا۔ 1961ء میں آپ کی خدمات کے صلہ میں آپ کو ستارہ امتیاز سے نوازا گیا۔ وفات کی خبر پاکستان ٹائمز نے ان الفاظ میں شائع کی

The Chapter of Surgery is Closed

مگر Surgery کے اس Chapter کو آج بھی سرجن ڈاکٹر ناصر ملک (واہ کینٹ) اور ڈاکٹر خلیل ملک (امریکہ) اور بریگیڈیئر نوری جیسے احمدی سپوت کھولے ہوئے ہیں۔ اور ملک و ملت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ پاکستان کے نامور ماہر امراض چشم میجر جنرل نسیم احمد صاحب پہلے ماہر امراض چشم تھے جنہوں نے پاکستان میں جنرل کے شعبے تک ترقی کی اور اس پروفیشن کو اپنے کمال تک پہنچا دیا۔ آپ الشفاء آئی ٹرسٹ ہسپتال میں چیف کنسلٹنٹ کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ کو 1996ء میں ڈاکٹر رمضان علی سید گولڈ میڈل دیا گیا۔ آپ نے دوران ملازمت کئی دفعہ سری لنکا اور نیپال میں میڈیکل ٹیموں کی قیادت کی اور گھانا میں میڈیکل کیمپ لگا کر آنکھوں کے سینکڑوں آپریشن کئے۔ سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل نے آپ سے اپریشن کروایا۔

متفرق خدمات

قاضی محمد اسلم ایم اے کینٹب صاحب کا شمار ملک کے سینئر ترین ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔ آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہے اور سیکرٹری تعلیم پنجاب کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ آپ کی عظیم خدمت یہ کہ آپ نے کراچی یونیورسٹی میں شعبہ نفسیات کا اجراء کیا اور اس کے چیئرمین رہے پھر آپ نے کراچی یونیورسٹی ہی میں اپلائیڈ سائیکالوجی کا اجراء کیا۔ آپ ایوب خان کے مشورہ افسر بھی رہے۔ 1962ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں جس کے آپ چیئرمین بھی رہ چکے تھے ایک خصوصی عہدہ اقبال چیئر قائم کیا اور تین سال تک پنجاب یونیورسٹی کے پہلے اقبال پروفیسر رہے۔ اور ملک سے باہر فلسفہ اور نفسیات کے علمی جرنلز میں آپ کے مضامین چھپتے رہے۔

مسٹر جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان سابق جج پنجاب ہائی کورٹ ملک کے ماہر قانون دان تھے۔ آپ 1960ء میں سیرالیون کی ایک کانفرنس میں پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ آپ 18 سال جماعت احمدیہ لاہور کے صدر بھی رہے۔

10 جولائی 1994ء کو جناب ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب کو صدر پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل بعد از وفات دیا گیا۔ یہ اعزاز آپ کے لکھے گئے ٹیکنیکل پیپر (مقالہ) کو دیا گیا جو آپ نے لکھا تھا۔ آپ اس سے قبل پانچ گولڈ میڈل بہترین مقالہ لکھنے پر حاصل کرچکے ہیں۔ 1965ء میں حکومت پاکستان نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو ستارہ خدمت کا ایوارڈ دیا۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب صدر شعبہ فزکس تعلیم الاسلام کالج ربوہ تھے۔ آپ نے انگلستان سے نیوکلیئر فزکس میں پی ایچ ڈی کیا۔ آپ 1967ء میں پنجاب یونیورسٹی کے بورڈ آف سٹڈیز فزکس کے رکن مقرر ہوئے۔ فزکس کے شعبہ میں آپ نے اہم خدمات انجام دیں۔

محترم جناب عبدالستار صاحب المعروف قمر اجنالوی برصغیر کے منفرد اور ممتاز شاعر' نامور ادیب اور بلند پایہ احمدی صحافی گزرے ہیں۔ آپ نے نصف صدی سے زائد وقت علم و ادب کی تحقیق میں گزارا۔ آپ روزنامہ مسلم' ملت' اور ہفت روزہ صدائے ملت کے ایڈیٹر رہے۔ آپ کے نعتیہ قصیدے خیرالانام نے بے حد شہرت پائی۔ آپ کے شہرہ آفاق ناولوں میں چاہ بابل' مقدس مورتی' دھرتی کا سفر' جنگ مقدس اور ولی عہد شامل ہیں آپ کو متعدد کتب پر ایوارڈ بھی ملے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے اردو ادب میں کردار پر نظر ڈالیں تو بہت نام سامنے آتے ہیں ان میں چند ایک یہ ہیں۔ حافظ مختار احمد شاہجہانپوری صاحب عبیداللہ علیم صاحب' عبیداللہ علیم نے آدم جی ادبی ایوارڈ حاصل کیا جو ان کے مجموعہ کلام چاند چہرہ ستارہ آنکھیں پر دیا گیا۔ ان کا شمار ملک کے گنے چنے شعراء میں ہوتا ہے جناب ثاقب زیروی نے نعت کے میدان میں بالخصوص شہرت پائی ان کی دیگر نظمیں سابق وزیراعظم خواجہ ناظم الدین بڑے شوق سے سنا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ قیس مینائی نجیب آبادی' فیض عالم چنگوی' جنرل محمود الحسن صاحب ایمن آبادی' جیسے بلند پایہ نام وطن کی خدمت میں مصروف رہے۔

جماعت احمدیہ اور اس کی ذیلی تنظیمیں پاکستان میں بھی اور دنیا بھر میں خدمت خلق کے کاموں میں ہر وقت مصروف عمل رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ ربوہ میں ایک مرکزی بلڈ بینک قائم ہے اور ایمبولینس سروس کا قیام بھی عمل لایا گیا ہے۔ پاکستان میں ہر سال بارشوں اور سیلابوں کے ذریعے لاکھوں افراد بے گھر ہو جاتے ہیں۔ ہر سال ہزاروں احمدی نوجوانوں کی مدد سے ان لوگوں کی رہائش کا بندوبست کیا جاتا ہے اور لاکھوں روپے کی مفت اجناس پہنچائی جاتی ہیں۔ اسی طرح زلزلے اور دیگر حادثات کے مواقع پر ہمیشہ جماعت کے نوجوان اور دیگر افراد حتی المقدور خدمت خلق انجام دیتے ہیں عیدین کے مواقع پر بھی غریب اور ضرورت مند افراد کو تمام جماعت اپنی خوشیوں میں یاد رکھتی ہے۔ اس کے لئے لاکھوں روپے کے تحائف تقسیم کئے جاتے ہیں علاوہ ازیں غریب بچیوں کی شادی میں امداد' بیروزگاروں کو روزگار مہیا کرنا' طلبہ کی بہبود اور اسیران کی بہبود کے لئے تمام وطن میں عظیم خدمات انجام دی جاتی ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات بھی یہی ہیں فرماتے ہیں۔

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں رسمم ہمیں راہم ہمیں کارم ہمیں بارم

یہ مضمون دراصل ایک جھلک ہے ان خدمات کی جو جماعت احمدیہ نے اپنے وطن پاکستان کی تعمیر و ترقی فلاح و بہبود کے لئے انجام دیں اور انشاء اللہ تاقیامت اس سے بڑھ کر خدمات اور قربانیاں پیش کرتی چلی جائے گی۔ احمدیوں نے جو خدمات انجام دی ہیں اور ان کی وطن سے وفاداری بلاشبہ ہماری تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں اور احمدیت اور پاکستان کے یہ تمام فرزند آسمان کے ستاروں کی طرح دنیا کے افق پر چمکتے رہیں گے۔

(یہ مضمون خدام الاحمدیہ پاکستان کے ایک مقابلہ مضمون نویسی میں اول قرار پایا)

کشمیر پر طویل ترین تقریر

"اقوام متحدہ میں ملکوں کی آزادی کی حمایت میں خطابت کے دریا بھی بہایا کرتے تھے۔ مسئلہ کشمیر کی وکالت کے دوران اس موضوع پر ان کی طویل ترین تقریر ریکارڈ پر ہے اور اسے آج تک کوئی نہیں توڑ سکا چوہدری صاحب کو لسان القانون کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ بہترین وکیل بہترین جج' بہترین سفیر' بہترین مدبر اور بہترین مصنف تھے۔ وہ جو بھی کام کرتے تھے اس کی آخری حدوں کو چھولینا ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور ایک بھرپور کامیاب زندگی بسر کرنے کے بعد پاکستان کا یہ قابل فرزند آج ربوہ میں پیوند زمین کیا جا رہا ہے۔ اپنی زندگی اور کارناموں سے چوہدری صاحب نے دنیا کو حتی الامکان سنوارنے کی کوشش کی۔ ان کے کارناموں کی یادیں ہماری تاریخ کو تابندہ رکھیں گی۔" (روزنامہ امن کراچی 3 ستمبر 1985ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریر- جناب اشفاق احمد (پاکستان اٹامک انرجی کمیشن- اسلام آباد)- ترجمہ عاصم جمالی

پاکستان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں پروفیسر عبدالسلام کی خدمات

نوٹ- دی نیو کلیئس (The Nucleus) ایک موقر اور معتبر سہ ماہی سائنسی جریدہ ہے- جو فزکس اور نیوکلیئر سائنس کے میدان میں ملک کا چوٹی کا جریدہ سمجھا جاتا ہے- اس رسالے نے محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کی 70 ویں سالگرہ کے موقع پر 1996ء میں ایک خاص شمارہ شائع کیا- جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمات پر مضامین شائع کئے گئے- اس میں ڈاکٹر اشفاق احمد خان کے مضمون کا اردو ترجمہ ہدیہ قارئین ہے- یاد رہے کہ موصوف آجکل پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین ہیں- اور حال ہی میں اس ادارے نے 6 ایٹمی دھماکے کرکے پاکستان کو ایٹمی قوتوں کی صف میں لاکھڑا کیا ہے-

(ادارہ)

تیسری دنیا کی سائنسی ترقی میں پروفیسر سلام افسانوی کردار کے حامل ہیں- آپ نہ صرف جانے پہچانے سائنس دان ہیں جو دنیا کی سائنسی برادری میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں بلکہ آپ ترقی پذیر دنیا میں سائنس کی ترقی کے پرجوش نقیب اور انتھک مجاہد بھی ہیں تیسری دنیا میں بنیادی تحقیق کے کاموں سے گہری لگن سلام صاحب کی اس خواہش سے بھی وابستہ ہے کہ ٹیکنالوجی کی سائنسی بنیاد کو ترقی دی جائے- آپ ہمیشہ سے اس امر کی سرگرمی سے وکالت کرتے رہے ہیں کہ ٹیکنالوجی کی منتقلی سے پہلے سائنسی علم حاصل کیا جائے- یا کم از کم یہ عمل ساتھ ساتھ مکمل ہونا چاہئے-

آج جو سائنسی علوم پاکستان میں موجود ہیں ان کی تعمیر میں پروفیسر سلام کا بہت بڑا حصہ ہے- پاکستان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترویج میں آپ کا فعال کردار 1955ء سے ہے جبکہ آپ کو ایک پاکستانی وفد میں شامل کیا گیا تھا جو اقوام متحدہ کی پہلی ایٹمی توانائی کے پرامن استعمال کی کانفرنس منعقدہ جینوا میں شرکت کر رہا تھا- پروفیسر سلام اس وفد کے سب سے زیادہ مستعد رکن تھے جنہوں نے کانفرنس میں بطور سائنسی سیکرٹری کام کیا- اس وقت بھی پاکستان میں ایٹمی توانائی کے پرامن استعمال کا نصب العین سلام کو بہت عزیز تھا- آپ نے پاکستانی وفد پر زور دیا کہ وہ پاکستان میں ایٹمی توانائی کی ترقی کے تجویز کردہ منصوبہ کے ساتھ جینوا جائے- کانفرنس کے دوران آپ نے پاکستانی وفد کی سرجان کاک رافٹ (جو ہارول میں ایٹمی توانائی کی تحقیق کے ادارے کے ڈائریکٹر تھے) سے ملاقات کا انتظام کیا- اس ملاقات کا مقصد ان طریقوں کو معلوم کرنا تھا جن کی بدولت برطانیہ ایٹمی توانائی کے پرامن استعمال کے لئے پاکستان کی مدد کر سکے- یہ اس کانفرنس میں شرکت کے بعد ہی ممکن ہوا کہ پاکستانی وفد نے حکومت پاکستان کو ایک مفصل رپورٹ پیش کی جس میں کہا گیا کہ پاکستان میں ایٹمی توانائی کا ایک انسٹیٹوٹ قائم کیا جائے- ایک تحقیقاتی ری ایکٹر کی تعمیر کی جائے اور تجربہ گاہیں قائم کی جائیں جن میں ایٹمی آئسو ٹوپ (Isotopes) تیار کئے جائیں اور ان کا استعمال زراعت، طب اور صحت کے شعبوں میں کیا جائے- یہ بھی تجویز کیا گیا کہ فوری طور پر ریسرچ ری ایکٹر کی تنصیب کی جائے اور پاکستان اس امر کی منصوبہ بندی شروع کرے کہ اسے ایٹمی (Nuclear) پاور پلانٹ لگانا ہے-

سن 1950ء کے اواخر میں عبدالسلام کے نظریات کے ذریعے ایلیمنٹری پارٹیکل فزکس میں مفید اضافہ پاکستان کے تعلیمی اور سائنسی حلقوں میں مقبول عام تھا- پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو 1957ء میں ڈی- ایس- سی (D.Sc) کی اعزازی ڈگری دی- پروفیسر سلام 1958ء میں پہلی بار کراچی میں پاکستان سائنس کانفرنس کے افتتاح کے موقعہ پر صدر ایوب خان سے ملے- یہی وہ موقعہ تھا جب صدر موصوف نے پروفیسر سلام سے کہا کہ وہ حکومت کو سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلقہ امور کے بارے میں مشورہ دیں- ایک ہی سال بعد پروفیسر سلام ایجوکیشن کمیشن سے بطور مشیر وابستہ ہو گئے اور سائنس کمیشن میں ایک ممبر کے طور پر- سائنس کمیشن کے پہلے افتتاحی اجلاس میں 4- اگست 1959ء کو صدر ایوب خان نے آپ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:-

"آخر میں میں اس امر کے اظہار سے رک نہیں سکتا کہ میں پروفیسر عبدالسلام کو اپنے درمیان پا کر کس قدر خوش ہوں- پروفیسر صاحب نے سائنس کے شعبہ میں اتنی چھوٹی عمر میں جن بلندیوں کو حاصل کیا ہے- وہ ہمارے لئے قابل فخر اور لائق تقلید ہیں- مجھے یقین ہے کہ آپ کی سائنس کمیشن سے وابستگی اس کمیشن کی سفارشات میں وزن اور وقار کا باعث بنے گی-"

اس سال کے دوران گورنمنٹ آف پاکستان نے پہلی بار اٹامک انرجی کا ایک شعبہ قائم کیا جس کے پہلے چیئرمین ڈاکٹر نذیر احمد تھے- ڈاکٹر سلام کی انتہائی اہم خدمت اٹامک انرجی کمیشن میں ڈاکٹر آئی- ایچ عثمانی کو بطور ممبر شامل کرنا تھا جو بعد میں اس ادارہ کے چیئرمین بنے- پروفیسر سلام اور ڈاکٹر عثمانی پہلی بار ریلوے ٹرین کے ایک ڈبہ میں ملے جب وہ کراچی سے ملتان سفر کر رہے تھے- پروفیسر سلام نے ڈاکٹر عثمانی کے بارے میں سن رکھا تھا لیکن وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے- جبکہ ڈاکٹر عثمانی شاید آپ کو پہچانتے تھے- پروفیسر سلام کے بیان کے مطابق ڈاکٹر عثمانی نے آپ کو کھانے میں شرکت کے لئے دعوت دی اس دوران انہوں نے نوبل انعام یافتہ جی- پی تھامسن کے بارے میں باتیں کیں- اور موصوف کی یادوں کو تازہ کر کے لطف اندوز ہوئے- تھامسن امپیریل کالج میں عثمانی کے نگران تھے اور سلام اسی نوبل انعام یافتہ کے ساتھ وابستہ تھے- ڈاکٹر عثمانی نے ابھی گورنمنٹ آف پاکستان میں جائنٹ سیکرٹری کا عہدہ سنبھالا ہی تھا جس میں آپ معدنیاتی ترقی معدنیاتی سروے کے شعبہ کے سربراہ تھے- پروفیسر سلام نے فوری طور پر محسوس کیا کہ ڈاکٹر عثمانی اس کام کے لئے نہایت موزوں ہیں کہ وہ پاکستان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے کام کی نگرانی کریں- چند دن بعد جب صدر ایوب خان اور وزیر خزانہ شعیب کو پروفیسر سلام سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے اٹامک انرجی کمیشن کے سربراہ کے لئے موزوں ترین آدمی کے چناؤ کے لئے رائے معلوم کرنا چاہی تو پروفیسر سلام نے بلا جھجک ڈاکٹر عثمانی کے لئے سفارش کر دی- ڈاکٹر عثمانی کو اٹامک انرجی کمیشن میں بطور ممبر کے تعینات کر دیا گیا اس مدبرانہ حکمت عملی کے ساتھ کہ وہ ڈاکٹر نذیر احمد کی سبکدوشی کے بعد بطور چیئرمین کام سنبھالیں گے-

ڈاکٹر عثمانی کے بطور چیئرمین کاموں میں سے پہلا کام یہ منصوبہ تھا کہ تقریباً پانچ سو طبیعات دان حساب دان، صحت کے سائنسدان اور بیالوجسٹوں کو ملک سے باہر بھیجا جائے- ڈاکٹر عبدالسلام نے عثمانی کی نہ صرف اس منصوبہ کے بنانے میں مدد کی بلکہ اسے عملی جامہ پہنانے میں اس طرح مدد کی کہ ان سائنسدانوں اور انجینئروں کو امریکہ اور برطانیہ کے بہترین تعلیمی اداروں میں کھپایا-

پروفیسر عبدالسلام کو 1960ء میں یہ خیال سوجھا کہ نظریاتی فزکس کا آئی- اے- ای- اے (I.A.E.A) کے زیر اہتمام ایک عالمی مرکز قائم کیا جائے- آپ نے تجویز کیا کہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کو بطور میزبان، اس سنٹر کے لئے کام کرنا چاہئے اپنے شاندار اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے پروفیسر عبدالسلام نے مجوزہ سنٹر کی افادیت سے صدر ایوب خان کو قائل کیا- یہ تجویز حکومت پاکستان نے اصولی طور پر منظور کر لی اور اس کے لئے سرمایہ مختص کرنے کے لئے ہدایات جاری کر دیں- تاہم پاکستان نے یہ موقعہ کھو دیا کیونکہ اٹلی نے سنٹر کے لئے اس سے بہتر شرائط بطور میزبان کے پیش کر دیں-

پروفیسر سلام نے 1961ء میں صدر کینیڈی کے سائنسی مشیر پروفیسر جے وائزنر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ یونیورسٹی کے سائنسدانوں، ماہرین آبکاری، اور زرعی ماہرین کی ایک ٹیم (جس کی سربراہی راجر ریوائل نے کی) پاکستان بھی جائے جو سیم و تھور کے مسائل پر مشورے دے- یہ مسئلہ اس قدر سنگین تھا کہ 1950ء اور 1960ء کے درمیان ہر سال پچاس لاکھ ایکڑ اراضی کاشت کاری کے ناقابل ہو رہی تھی- چنانچہ امریکی ماہرین آئے اور انہوں نے اس مسئلے کے حل کے لئے مفید تجاویز دیں-

پاکستان کو خلائی عہد (Space Age) کی طرف راغب کرنے میں پروفیسر سلام کا معتدبہ حصہ تھا- آپ کی تجویز تھی (جس میں ڈاکٹر عثمانی بھی شامل تھے) کہ ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جو خلاء اور بالائی ماحول پر غور و فکر کرے- اس کی منظوری گورنمنٹ نے 1961ء میں دی- 7 جون 1963ء کو پی- اے- ای- سی (PAEC) کے سائنسدانوں اور ماہرین ٹیکنالوجی کی ایک ٹیم نے دو مرحلوں پر مشتمل ایک موسمیاتی سیارے (رہبر 1) کو سون میانی راکٹ رینج سے چھوڑا جو کراچی کے مغرب میں پینتیس میل کے فاصلے پر واقع ہے- اسی سال 11 جون کو رہبر II کو فضا میں چھوڑا گیا- اس پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں پاکستان سپیس اینڈ اپر اٹما سفیئر ریسرچ کمپنی (سپارکو) نے کام کیا جس کے چیئرمین پروفیسر سلام تھے- سپارکو اب ایک وسیع اختیارات کا مکمل ادارہ ہے- اور خلائی ٹیکنالوجی کے پرامن استعمال کے امور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں سرگرم عمل ہے-

پروفیسر سلام نے ڈاکٹر عثمانی کے Pinstech کو قائم کرنے میں بھرپور حصہ لیا اس طرح پاکستان کے پہلے پاور پلانٹ KANUPP کی تنصیب میں بھی آپ Pinstech کے موجودہ مقام کے انتخاب میں ذاتی طور پر مصروف رہے- جو عزت آپ کو پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں حاصل تھی وہ اس بات سے عیاں ہے کہ ڈاکٹر عثمانی نے ہمیشہ پروفیسر سلام سے درخواست کی کہ وہ کمیشن کی میٹنگز کی صدارت کریں جو بالعموم چیئرمین کی زیر صدارت منعقد ہوتی ہیں-

دسمبر 1971ء میں ذوالفقار علی بھٹو صدر پاکستان کے عہدے پر فائز ہوئے- ڈاکٹر سلام کی عالمی مقبولیت کے پیش نظر بھٹو نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر سلام گورنمنٹ کے سائنسی مشیر اعلیٰ کے طور پر کام کرتے رہیں گے- تاہم یہ فیصلہ کیا گیا کہ ڈاکٹر عثمانی کی بجائے منیر احمد خان PAEC پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین ہوں- پروفیسر سلام نے منیر احمد خان کی تعیناتی کے بعد بھی PAEC سے اپنی سرگرم وابستگی برقرار رکھی اور کمیشن کو اس کے بہت سے کاموں میں رہنمائی کی- آپ ہی کے مشورے پر تھیورٹیکل فزکس کے مشہور ماہر پروفیسر ریاض الدین کو کمیشن کا ٹیکنیکی ممبر منتخب کیا گیا- نتھیا گلی کے موسم گرما کے کالجوں کا سلسلہ جو 1976ء سے جاری ہے یہ بھی پروفیسر سلام صاحب کا ہی خیال تھا-

پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ لاہور کے موقعہ پر اسلامی ممالک کی ایک فاؤنڈیشن قائم کرنے کی تجویز ڈاکٹر سلام ہی نے پیش کی جس کے مقاصد میں سائنس اور ٹیکنالوجی کا فروغ تھا- آپ نے تجویز کیا کہ فاؤنڈیشن ایک کروڑ کے سرمائے سے کام شروع کرے- سرمائے کی رقم کو ہر سرپرستی کرنے والے ملک کے لئے مقرر کر دیا جائے جو ہر ملک کی برآمدات کا ایک حصہ ہو- بدقسمتی سے ڈاکٹر سلام کی یہ تجویز اب بھی مسلمان ممالک کے زیر غور ہے اور اس میں اب

باقی صفحہ 8 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

تحریکِ پاکستان کا نازک موڑ

جداگانہ انتخاب کی اہمیت اور ضرورت

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے 1949ء کے جلسہ سالانہ پر "ہماری ہجرت اور قیام پاکستان" کے عنوان سے تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے تحریک پاکستان کے گمشدہ اوراق پر روشنی ڈالی جس کے آپ چشمدید گواہ تھے۔ اس تقریر کا متعلقہ حصہ قارئین الفضل کی خدمت میں پیش ہے۔ (ادارہ)

جب حکومت برطانیہ کی طرف سے قانون سازی کے اختیارات سونپنے کا اعلان ہوا۔ اور سیلف گورنمنٹ اور ہوم رول کی امیدیں مطلع افق پر نمودار ہوئیں تو مشترکہ یا جداگانہ انتخاب کا سوال بالطبع ہمارے سامنے آیا۔ کانگرس مشترکہ انتخاب کی حامی تھی۔ اور دہلی کانفرنس میں مسلم لیڈروں نے بھی بعض تحفظات کے ساتھ مشترکہ انتخاب کا طریق تسلیم کر لیا تھا۔ مگر ایک طبقہ نے مخالفت کی اور قرار پایا کہ شملہ میں تمام فرقوں کے نمائندوں کی کانفرنس منعقد کی جائے اور طریق انتخاب کے بارے میں پھر غور ہو۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ آپ ان دنوں شملہ گنگڑلے نامی کوٹھی میں مقیم تھے۔ یہ موسم گرما 1927ء کا واقعہ ہے۔ ستمبر کا مہینہ تھا۔ تمام صوبوں کے لیڈر شملہ میں اکٹھے ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی۔ اور آپ کو نہرو رپورٹ بمبئی کانفرنس اور دہلی کانفرنس کی روئیدادوں کے مطالعہ سے علم ہو چکا تھا کہ کانگرس کا مطمح نظر کیا ہے اور کانگرس کے زیر اثر مسلمان لیڈروں کا رخ کدھر ہے۔ قائداعظم بھی اس وقت مشترکہ انتخاب کے ہی حق میں تھے مسلمانوں کی اقتصادی کم مایگی اور اخلاقی زبوں حالی کوئی چھپی ہوئی بات نہ تھی۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں، میونسپلٹیوں اور ٹاؤن کمیٹیوں وغیرہ کے انتخابات میں یہ امر بار بار مشاہدہ میں آچکا تھا کہ غیر مسلم عنصر زور و زر اور ہر جائز و ناجائز طریق سے انتخابی کشمکش میں غالب ہو کر مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم کرتا چلا جاتا ہے۔ اور کانگرس کا اصل پروگرام اور اس کا منتہائے مقصود یہ تھا کہ اپنے سیاسی اقتدار و اقتصادی نفوذ کے ذریعہ ہندوستان میں مسلمانوں کی جداگانہ ہستی کالعدم کر دی جائے۔ یہ بات حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نظر سے اوجھل نہ تھی۔ آپ کو فکر ہوئی مبادا مسلمان لیڈر اس سیاسی دام تزویر میں آجائیں اور اپنی قوم کو اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ ہوا کا رخ دیکھتے ہوئے آپ نے ان دنوں انتہائی کوشش کی کہ مسلمان مشترکہ انتخاب کے سراب نما خوشکن نظریہ کے فریب میں نہ آجائیں۔ چنانچہ آپ نے مختلف صوبوں کے لیڈروں کو ایک ایک کر کے اپنے ہاں مدعو کیا۔ ہر ایک کے ساتھ فرداً فرداً تبادلہ خیال کر کے ان پر اپنا نقطہ نگاہ واضح کیا۔ اکثر لیڈر اس امر میں آپ کے ہم خیال ہو گئے کہ انتہائی کمزوری کو پہنچے ہوئے مسلمانوں کی حالت سنبھالنے کے لئے جداگانہ انتخاب ہی ضروری ہے۔ مرحوم قائداعظم اس وقت کانگرس کے ممبر اور مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے۔ آپ کو بھی گنگڑلے میں دعوت چائے دی گئی تھی۔ میں اس وقت اس دعوت میں موجود تھا۔ آپ نے تبادلہ خیال کے آخر میں فرمایا۔ مرزا صاحب! میں نہیں مان سکتا کہ نصب العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ یہ جداگانہ انتخاب ہو؟ قومیت صرف مشترکہ انتخاب کے ذریعہ سے ہی بن سکتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جہاں تک آئیڈیل (غایۃ کمالیہ یعنی مقصد اعلیٰ) کا تعلق ہے مشترکہ انتخاب قومیت بنانے کے لئے ضروری ہے مگر یہ اس کا وقت نہیں۔

مسلمان حد درجہ کمزور ہیں۔ وہ مشترکہ انتخاب میں ہندو سرمایہ اور ہندو چالوں کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ مگر مسٹر محمد علی جناح نہ مانے اور اپنی رائے پر قائم رہے۔ چنانچہ شملہ میں جب آپ کے زیر صدارت آخری اجلاس ہوا۔ اور اس میں مقررین کی مخالف و موافق دونوں طرح کی تقریریں ہوئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی تقریر فرمائی تو اکثر حضرات جداگانہ انتخاب کے حق میں تھے۔ مگر جب رائے حاصل کرنے کا سوال اٹھایا گیا تو صدر جلسہ نے بدیں عذر رائے حاصل کرنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ یہ اجلاس باقاعدہ نہیں حاضرین میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مسلم لیگ کے ممبر نہیں۔ غرض مرحوم قائداعظم کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت کس طریق انتخاب کے حق میں ہے۔ اور جب انہوں نے اجلاس کے خاتمہ پر آخری تقریر کی تو ان کا اٹھنا اور مسکراتے ہوئے یہ کہنا۔ میں کبھی نہیں بھولا کہ مجھے ان تقریروں سے قوم کی اکثریت کا جداگانہ انتخاب کے حق میں ہونا معلوم ہو گیا ہے۔ جب ہندوؤں کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع آئے گا تو میں ان کی رائے کا خیال رکھوں گا اور اس شریف انسان نے اپنے اس عہد کو نہایت احتیاط اور کمال دیانتداری سے پورا کیا۔ ایسی احتیاط و دیانتداری سے کہ جس کی مثال آج بہت کم ملتی ہے اور قائداعظم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بھی سیاسی جدوجہد کے ہر مرحلہ میں آپ کی ہر وقت راہنمائی اور امداد کی وجہ سے ہمیشہ قدردان رہے۔ .... اور آپ شملہ میں مسلمان لیڈروں کو اپنے ہاں مدعو نہ فرماتے اور جداگانہ انتخاب کی طرح ڈال کر ان کو اپنا ہم خیال و ہم نوا نہ بناتے تو وہ دہلی والی کانفرنس کی طے کردہ پالیسی پر ہی جو مشترکہ انتخاب کے حق میں تھی قائم رہتے۔ اور پھر نہ مسلمانوں کو اٹھنے کا موقع ملتا اور نہ یہ پاکستان وجود میں آتا۔ پاکستان اسی لئے معرض وجود میں آیا کہ قوم کے تمام لیڈروں پر فرداً فرداً واضح کر دیا گیا تھا کہ ہندو سرمایہ داری اور ہندو سیاسی اقتدار و غلبہ سے ان کی مخلصی کی راہ اب صرف یہی ہے کہ وہ جداگانہ جدوجہد کی مہم شروع کریں۔ مخلوط انتخابات کو قبول کر لینا ایسا مضرت رساں امر ہے جو مسلمانوں کی سیاسی ہستی کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ اس وقت تو قائداعظم اپنی رائے پر قائم رہے مگر جلدی ہی یہ حقیقت ان پر آشکار ہو گئی جب انہوں نے چودہ نکات پر مشتمل اپنے مطالب مہاتما گاندھی کے سامنے پیش کئے اور وہ ٹھکرا دیئے گئے۔ تو انہیں کانگرس سے اپنی بیزاری اور علیحدگی کا اعلان کرنا پڑا۔ بلکہ اپنوں اور بیگانوں دونوں سے مایوس ہو کر انگلستان چلے گئے۔ اور کانگرسی مہاتما کے بارہ میں ان کا یہ نظریہ قائم ہوا کہ اگر وہ کاغذ پر لکھ کر بھی انہیں یقین دلائیں تو بھی انہیں یقین نہ ہو گا کہ مہاتما اپنے وعدہ پر قائم رہیں گے۔ مسٹر جناح جس طرح کانگرس سے مایوس ہوئے اسی طرح اپنوں کے فرقہ وارانہ رجحانات کی وجہ سے بھی دل برداشتہ ہو گئے۔ اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ تنگ نظر سیاسیات کے ماحول سے آزاد ہو کر آئندہ زندگی انگلستان کی آزاد فضا میں بسر کریں چنانچہ وہ ہندوستان سے چلے گئے اور انگلستان میں پریکٹس شروع کر دی۔ لیکن خدا تعالیٰ کو ان کی یہ کنارہ کشی اور آزادروی منظور نہ تھی بلکہ ان سے ایک عظیم الشان خدمت لینا مقصود تھا اس لئے امام (بیت الفضل) لندن مکرم درد صاحب ایم۔ اے کو اس کا ذریعہ بنایا گیا۔ انہوں نے لنڈن میں اس قیمتی جوہر کے ساتھ جو مایوسی کی وجہ سے کھویا جا رہا تھا تعلقات قائم کئے۔ انہیں تلقین کرنی شروع کی اور مدلل طریق سے انہیں سمجھایا کہ اس نازک حالت میں سیاست کو چھوڑنا (مناسب نہیں) مرحوم نے اپنی بہت سی مجبوریاں پیش کیں مگر آخری ملاقات میں تین گھنٹے کی گفتگو کے بعد آخر وہ پھر میدان سیاست میں آنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ اس غرض سے سات اپریل 1933ء کو بیت احمدیہ لنڈن میں عید الاضحیٰ کے موقع پر ہندوستان کے مستقبل کے متعلق تقریر کریں۔ اس کا سارا انتظام امام موصوف خود کریں گے۔ ایسا ہی اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام بھی انہی کی طرف سے ہو گا۔ چنانچہ بڑی دھوم دھام سے وہ تقریب منائی گئی۔ ہر مشرب، مذہب کے ذی اثر لوگوں کو دعوت دی گئی اور The Future of India کے موضوع پر ہماری بیت الذکر میں حسب تجویز آپ نے تقریر فرمائی اور دنیا کے تمام مشہور اخبارات میں اس تقریر کا چرچا ہوا۔ تقریر کے ابتدا میں انہوں نے کہا "امام (بیت) نے ترغیب دی اور اس ترغیب میں ان کی فصاحت و بلاغت نے میرے لئے کوئی راہ فرار نہیں چھوڑی۔ ان کی پرزور تحریک کی وجہ سے میں اس سیاسی سٹیج پر کھڑا ہونے کے لئے مجبور ہو رہا ہوں"۔ ان کے الفاظ انگریزی میں یہ تھے۔

"The eloquent persuation of the Imam left me no escape"

تقریر کے خاتمہ پر سامعین کی طرف سے ان پر یہ بھی سوال کیا گیا کہ آیا وہ کانگرسی ہیں یا لیگی تو انہوں نے اس وقت بھی کسی ایک کے ساتھ وابستگی کرنے کی بجائے اپنے تئیں Independent یعنی آزاد قرار دیا۔ یہ اعلان بھی درحقیقت اسی شدید دھکا ہی کا نتیجہ تھا جو آپ کو کانگریس اور ان کے مہاتماؤں کی طرف سے نہایت گہرے تعلقات رکھنے اور مخلصانہ خدمات سرانجام دینے کے باوجود پہنچا تھا۔ ان کی وہ تقریر اپنے موضوع کی نوعیت کے علاوہ ارباب سیاست کے لئے اسلئے بھی تعجب انگیز ہوئی کہ جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ میں عید الاضحیٰ جیسے مقدس دن ایک خالص مذہبی اسٹیج پر مسٹر جناح کی شخصیت رکھنے والے سیاستدان کی طرف سے وہ تقریر کی گئی۔ سر ڈاوائر میکلیگن وغیرہ کے علاوہ دیگر مشہور ارباب سیاست اور سفراء دول بھی اس تقریب میں شریک ہوئے سنڈے ٹائمز لنڈن نے اپنی اشاعت مورخہ 9۔ اپریل 1933ء میں اس کی خبر دی۔

غرض اس مبارک تقریب کے ذریعہ سے آنمرحوم کو دوبارہ میدان عمل میں لایا گیا۔ اور جب ہندوستان میں واپس آکر آپ نے مسلمانوں کی سیاست کی باگ ڈور دوبارہ سنبھالی تو وہ اس یقین پر قائم ہو چکے ہوئے تھے کہ جداگانہ انتخاب کی مہم کے لئے جدوجہد جاری کرنے ہی میں مسلمانوں کی نجات ہے۔ اور یہ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کا ہی نقطہ نظر صحیح اور درست تھا۔ اور پھر یہی مبارک نقطہ پیش نظر رکھ کر قائداعظم کو مسلمانوں کی قیادت کی بہترین توفیق ملی۔ یہاں تک کہ پاکستان قائم ہو گیا۔

الفضل میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

طب یونانی کا مایہ ناز ادارہ
قائم شدہ 1958ء
نور کاجل
آنکھوں کے میک اپ، صحت اور خوبصورتی کیلئے
بے نظیر کاجل۔ کافی عرصہ سے نیلے رنگ کی خوبصورت ڈبی میں دستیاب ہے۔
تسلی کر کے خریدیئے
خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ
گولبازار ربوہ
☎ 211538

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں قومی اخبارات سے

ربوہ : 12۔اگست۔گزشتہ چوبیس گھنٹوں میں
کم سے کم درجہ حرارت 24 سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 35 سنٹی گریڈ
13۔اگست غروب آفتاب 58-6
14۔اگست طلوع آفتاب 30-5

تہران میں پاکستانی سفارت خانے کے سامنے احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ پاکستان طالبان کی امداد بند کردے۔ اور ایرانی سفارت کاروں کو رہا کرانے میں تعاون کرے۔

دنیا بھر میں امریکی سفارت خانوں کو دھمکیاں مل رہی ہیں۔ سوڈانی اور عراقی باشندوں سمیت متعدد افراد گرفتار کر لئے گئے۔

سپریم کورٹ نے سندھ احتساب جج کو بے نظیر کے خلاف فیصلے دینے سے روک دیا۔

سابق صدر لغاری کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے سامنے پیش ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ کمیٹی نے کہا ہے کہ امید ہے کہ سابق صدر کو گرفتار کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

بقیہ صفحہ 6

تک محض ایک معمولی سی رقم فراہم کی گئی ہے تاکہ اس خیال کو شرمندہ تعبیر کیا جاسکے۔

1974ء میں پروفیسر سلام نے وزیر اعظم کے سائنسی مشیر اعلیٰ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور عملاً اٹامک انرجی کونسل کے ممبر کی حیثیت سے الگ ہو گئے۔ جناب رفیع رضا جو اس وقت کے وزیر پیداوار انڈسٹریز اور ٹاؤن پلاننگ تھے نے کونسل کی ساتویں میٹنگ جو 23 دسمبر 1974ء کو منعقد ہوئی تھی میں کمیشن کے لئے پروفیسر سلام کی خدمات کو سراہا اور پروفیسر سلام کی کمیشن سے عملی عدم وابستگی پر اظہار افسوس کیا۔ جس کے ساتھ پروفیسر سلام اس کی ابتداء سے وابستہ تھے۔ موصوف نے اس امر کی وضاحت کی کہ اگرچہ گورنمنٹ نے اصولی طور پر پروفیسر سلام کے استعفیٰ کو منظور کر لیا ہے لیکن اب بھی یہ توقع کی جاتی ہے کہ آپ پاکستان میں سائنس کے فروغ کے نیک جذبے کے تحت وابستہ رہیں گے۔ آپ نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ پروفیسر سلام اب بھی تمام ممکنہ طریق پر خواہ ان کی صوابدید پر ہو یا PAEC کے چیئرمین کی درخواست پر ہو اپنے مشوروں سے نوازتے رہیں گے۔ کیمشن کے دوسرے ممبروں نے بھی پروفیسر سلام کی خدمات کو جو انہوں نے ملک میں سائنس کے عام فروغ کے لئے کیں، اور بالخصوص اٹامک انرجی کے فروغ کے لئے کیں، کو سراہا۔ باوجودیکہ پروفیسر سلام نے عملاً مشیر اعلیٰ کے عہدے کو چھوڑ دیا تھا۔ پھر بھی آپ پاکستانی سائنسی برادری سے قریبی روابط رکھتے تھے اور ایسا کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے جس سے پاکستان میں سائنس کے کام کو تقویت پہنچتی ہو اور پاکستانی سائنسدانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو۔

پاکستان کی فتح عظیم کا لمحہ

نہ صرف پاکستان کے سائنسی حلقوں کے لئے یہ ایک عظیم فتح کا لمحہ تھا۔ بلکہ فی الواقعہ پوری قوم کے لئے تھا جب 1979ء میں پروفیسر سلام کو نوبل انعام سے نوازا گیا۔ گورنمنٹ آف پاکستان نے پروفیسر سلام کو ملک کا سب سے بڑا سول ایوارڈ نشان امتیاز عطا کیا۔ جو ان کی سائنسی خدمات کے اعتراف میں دیا گیا تھا۔ خود پروفیسر سلام نے نوجوان پاکستانی سائنسدانوں کے لئے سلام پرائز کا اجراء کیا۔

آخر میں چند الفاظ پروفیسر سلام کی ہمہ جہتی خدمات کے متعلق بھی کہوں گا۔ آپ ایک نامور سائنسدان ہونے کے علاوہ ایک بہت ہی قابل منتظم، پر اثر ادیب، پر زور خطیب اور ایک بہت ہی بڑے ماہر ابلاغیات تھے۔ جو سائنسدانوں کے ساتھ افسر شاہی، منصوبہ دانوں یا سیاسی لیڈروں کے ساتھ یکساں مہارت اور اطمینان کے ساتھ گفتگو کر سکتے تھے۔

ایک اور نمایاں وصف جو پروفیسر سلام کی شخصیت میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ آپ سائنس کی ترقی اور فروغ کے لئے سنہرے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن آپ نے ایک بہت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی گزاری۔ ہم آپ کے بے پناہ جوش و جذبے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ جس جا بکدستی سے آپ نے اپنے خیالات و نظریات کو پیش کیا۔ یہ پروفیسر سلام ہی ہیں جنہوں نے تیسری دنیا کو سائنس کے سورج کی روشنی سے آشکار اکیا ہے۔ جو اب اپنی زندگی کی خزاں سے گزر رہے ہیں۔ ہم آپ کے لئے لمبی اور پر مسرت زندگی کی دعا کرتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

جدید ڈیزائنوں میں اعلیٰ زیورات بنوانے
ہمارے ہاں تشریف لائیں
نسیم جیولرز
اقصیٰ روڈ ربوہ